ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری
(امریکہ)

بارہ کا اعلامیہ! سازشوں کا تسلسل

یہ مارچ ۲۰۰۶ء کے اوائل کی بات ہے جب عالم اسلام کے نام نہاد رہبران اور امت مسلمہ کے نام نہاد قلم کار، کالم نگار، مضمون نگار اور واعظین ومقررین امت مسلمہ مرحومہ کو حالات وواقعات کو سمجھنے اور نرم خوئی اختیار کرنے اور تحمل وبردباری سے کام لینے کا مشورہ دے رہے تھے۔ اسلام دشمنوں کی سازشیں، گھاتیں اور وارداتیں اپنے عروج پر تھیں۔

جس وقت دنیا کے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کو ان کے نام نہاد قائدین وسربراہان اور عوامی سوچ کو متاثر کرنے والے افراد یہ کہہ رہے تھے کہ ختم المرسلین، خاتم النبیین، رحمت اللعالمین حضرت محمد ﷺ کے یہ کارٹون خاکے (نعوذ باللہ) کوئی سازش نہیں بلکہ یہ چند افراد کی بے وقوفانہ حرکت ہے۔ اسی زمانے میں ڈنمارک کے گستاخ رسول اخبار ''جیلنڈ پوسٹ'' نے اپنے ناپاک عمل کی حمایت میں ایک اعلان بڑی شہ سرخی کے ساتھ چھاپا اور ماضی میں توہین رسالت کرنے والے متعدد مصنفین اور اسلام دشمن (جنھوں نے مسلمانوں کی کوکھ سے جنم لیا تھا) سمیت بارہ منحوس خواتین وحضرات کے نام اور دستخط اس اعلان پر شامل تھے۔ اس ناپاک اعلان کو (Manifesto Of The Twelve) کا نام دیا گیا۔ یعنی ''بارہ کا منشور''

''بارہ کا منشور'' کے نام سے شائع ہونے والا یہ اعلان دنیا بھر کے اخبارات میں شائع ہو چکا ہے اور اب بھی شائع ہو رہا ہے۔ مگر ہم مسلمانانِ عالم اب بھی سو رہے ہیں۔ دیکھئے! یہ ملعونین اس منشور میں کیا کہتے ہیں اور کس کی بولی بولتے ہیں۔ ''بارہ کا منشور'' اسلام ازم کا مقابلہ، فاشزم، نازی ازم اور سٹالن ازم پر قابو پالینے کے بعد دنیا کو اب ایک نئے عالمی خطرے کا سامنا ہے جو اسلام ازم ہے۔ ہم...... مصنفین، صحافی اور عوامی دانش ور......اس مذہبی مطلق العنانی کے خلاف جنگ کی بھرپور دعوت دیتے ہیں۔ بالفاظ دیگر ہم آزادی، یکساں مواقع اور مادہ پرستی کو دنیا بھر میں پھیلانے کی دعوت دیتے ہیں۔ ان عالمی اقدار کی قدر وقیمت کا اندازہ محمد (ﷺ) کے خاکوں کی یورپی اخبارات میں اشاعت کے بعد ہوا ہے۔ یہ جدوجہد ہتھیاروں سے نہیں بلکہ خیالات وافکار سے کامیاب ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں۔ یہ دو تہذیبوں کی جنگ نہیں ہے اور نہ ہی مغرب کی مشرق کے لیے نفرت ہے بلکہ یہ تو جمہوریت کے لیے ہے اور تنگ نظری کے خلاف ایک عالمی جدوجہد ہے۔

تنگ نظری اور مطلق العنانی کے تمام نظریات کی طرح اسلام کی پرورش خوف اور بے بسی کے عالم میں ہوئی۔ نفرت کا پرچار کرنے والے انہی احساسات کو استعمال کر کے فوجیں تشکیل دیتے رہے ہیں۔ جن کا مقصد صرف اور صرف

ایک غیر مساوی دنیا قائم کرنا تھا۔مگر واضح اعتماد کے ساتھ یہ اعلان کرتے ہیں کہ حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں حتیٰ کہ بدترین حالات بھی نفرت، مطلق العنانی اور تنگ نظری کو ثابت نہیں کرتے۔اسلام ازم ایک سخت گیر اور نا قابل تبدیل نظریہ ہے جو برابری، آزادی اور رواداری کو ختم کرتا ہے۔جہاں بھی یہ اقدار موجود ہوں' اس نظریئے کی کامیابی طاقت کے اعتبار سے صرف ایک غیر متوازن دنیا قائم کرے گی۔جس میں مرد کی عورت پر حکمرانی ہوگی اور مسلمانوں کے نظریات کی دیگر تمام نظریات پر حکومت ہوگی۔اس کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں عالمی حقوق ستائے ہوئے انسانوں تک پہنچانے ہوں گے۔ اس مقصد کے لیے ہم ''ثقافتی مطابقت'' کا نظریہ منسوخ کرتے ہیں جو کہ یہ نظریہ ہے کہ مسلمان مرد اور عورتوں کو ان کے آزادی اور برابری کے حق سے اس لیے دور رکھا جائے کیونکہ یہ ان کی تہذیب وثقافت اور تمدن کے مطابق نہیں۔ہم اپنے تنقیدی جذبے کو ختم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ہمیں کوئی خوف نہیں کہ ہم پر ''اسلام فوبیا'' کا الزام لگایا جاتا ہے جو کہ ایک بدقسمت سوچ ہے۔جو اسلامی اعمال پر تنقید کرتے ہوئے مسلمانوں کو نشانہ بناتی ہے۔ہم عالمی طور پر شخصی آزادی اور مکمل اظہار رائے کے لیے التجا کرتے ہیں۔تاکہ ہر براعظم میں ایک اہم جذبے کی مشق کی جاسکے اور ہر زیادتی کے خلاف آواز اٹھائی جاسکے۔ہم دنیا بھر کے تمام جمہوریت پسند اور آزادی پسند ممالک سے اپیل کرتے ہیں کہ ہماری اس موجودہ صدی کو روشن خیالی کی صدی ہونا چاہیے نہ کہ تنگ نظری کی۔

دستخط:

(۱) ایان حرش علی (۲) چلہ شفیق (۳) کیرولین فروسٹ (۴) برنارڈ لیوی (۵) ارشاد مان جی (۶) مہدی مظفری (۷) مریم غازی (۸) تسلیمہ نسرین (۹) سلمان رشدی (۱۰) انتھونی سفائر (۱۱) فلپ وال (۱۲) ابن ورق

اس منشور، لائحہ عمل میں واضح اور علی الاعلان اعلانِ جنگ کیا جاچکا ہے مگر یہ جنگ ہتھیاروں کی نہیں ہے۔ خیالات وواردات اور افکار ونظریات کی ہے۔جس میں سپاہی کا کردار، ایک مصنف، ایک صحافی، ایک کالم نگار اور ایک مدیر ادا کرتا ہے۔بہتر ہوگا آگے بڑھنے سے قبل درج بالا منشور پر دستخط کرنے والے چند ملعونوں کا مختصر تعارف کروادوں۔

اس قابل نفرین منشور پر دستخط کرنے والے افراد میں سے آدھے سے زیادہ کسی نہ کسی یورپی ملک میں سیاسی پناہ حاصل کیے ہوئے ہیں۔چلہ شفیق، مہدی مظفری کو یورپی ممالک میں سیاسی پناہ حاصل ہے۔تسلیمہ نسرین پڑوسی ملک بھارت میں شہریت اور لیکچررشپ کے لیے بھیک مانگتی رہی مگر انہوں نے اس کو خیرات دینے سے انکار کردیا تو پھر دوبارہ ایک یورپی ملک میں سیاسی پناہ کے چکر میں ہے جو اس کو مل جائے گی۔بعض ایسے ہیں جو مرتد ہو چکے ہیں مثلاً ارشاد مان جی اور ایان حرش علی وغیرہ۔بعض ایسے ہیں جن کے واجب القتل ہونے کا فتویٰ موجود ہے۔مثلاً سلمان رشدی، ابن ورق اور تسلیمہ نسرین وغیرہ۔

یہاں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ سلمان رشدی کے قتل کا فتویٰ تقریباً اٹھارہ سال قبل دیا گیا مگر آج تک ڈیڑھ ارب مسلمانوں میں کوئی ایک بھی ایسا سچا عاشق رسول (ﷺ) پیدا نہ ہوسکا جو اس گستاخ ملعون کو واصل جہنم کرتا۔ آج سلمان رشدی پورے یورپ اور امریکہ میں دندناتا پھرتا ہے۔ یونیورسٹیوں اور کالجوں میں جا کر لیکچرز دیتا ہے۔ اللہ جانے روحِ محمدی کس کس طرح سے بے چین ہوتی ہوگی۔ اگر سلمان رشدی کو ۱۹۸۹ء میں فتویٰ ملنے کے بعد اس کے منطقی انجام تک پہنچا دیا جاتا تو کیا کچھ سالوں بعد تسلیمہ نسرین کو شانِ رسالت مآب ﷺ میں گستاخی کی جرأت ہوتی؟ اور کیا بعدازاں ارشاد مان جی، طاہر گورا اور ایسے دوسرے ملعون پیدا ہوتے؟ یہ بات بھی اپنی جگہ موجود ہے کہ سلمان رشدی کے خلاف قتل کا فتویٰ جس عجلت میں دیا گیا اور جس پیمانہ پر اس کو مشتہر کیا گیا' وہی اس کے تحفظ اور سلامتی کا ضامن بنا۔ فیا حسرتا۔

آج یورپی ممالک میں پناہ لینے والی یہ ناپاک عورت تسلیمہ نسرین اپنی سولہ سے زائد تصانیف میں آقائے دو جہاں، سرور کون ومکاں حضرت محمد ﷺ کی شان میں بے تحاشا گستاخی کر چکی ہے اور یورپ ان افراد کو ایوارڈز دے کر خوب نواز رہا ہے۔ اگر تسلیمہ نسرین کو سزا ملی ہوتی تو ۲۰۰۳ء میں ایان حرش علی کو ایسی ویڈیو بنانے کی جرأت نہ ہوتی جس میں ننگی عورتوں کے بدن پر قرآنی آیات لکھ کر ان کا مذاق اڑایا گیا۔ آج ایان حرش علی ڈچ پارلیمنٹ کی رکن ہے۔ اس کے ساتھ فلم بنانے والے شخص ''تھیو وین گاگہ'' کو ایک مسلمان نے واصل جہنم کر دیا تھا اور وہ آج کل جیل میں عمر قید کی سزا کاٹ رہا ہے۔ یہود وہنود اور نصاریٰ کی فہرست اس ضمن میں بہت طویل ہے مگر ان ملعون افراد کو کیا کیا جائے جو امت ہی میں سے اپنا قبلہ تبدیل کر کے ان کے ساتھ جا ملتے ہیں۔

حال یہ ہے کہ افغانستان میں ایک عدالت ایک مرتد عبدالرحمٰن کو صرف اس وجہ سے چھوڑ دیتی ہے کہ امریکہ، انگلینڈ، کینیڈا، جرمنی اور دیگر ممالک کے صدور اور وزرائے اعظم کا فون آجاتا ہے۔ عدالت اس مرتد کو چھوڑ دیتی ہے اور حکومتِ وقت اس کے جرمنی روانگی کے انتظامات کرتی ہے۔ اللہ کا قانون پیچھے اور طاغوت وسامراج کا مطالبہ صرف اس وقت آگے ہوتا ہے۔ جب نام نہاد علماء اور راہبران قوم ذاتی مفادات کے لیے باہمی تفرقات کو ہوا دیتے ہیں۔ موجودہ حالات میں اس کا ایک حل تو یہ ہے کہ علمائے حق سے اپنے روابط کو مضبوط بنایا جائے۔ ان کی مجالس ومحافل میں اپنی اصلاح کی غرض سے شرکت کی جائے اور ان کی ہدایات کو حرزِ جان بنایا جائے۔ دوسرے یہ کہ ان حالات میں ایک اہم ذمہ داری ہمارے خطباء، واعظین، مصنفین، قلم کاروں پر بھی عائد ہوتی ہے کہ وہ امت مسلمہ کے افراد کو تمام سازشوں سے بروقت آگاہ اور ہوشیار کرتے رہیں۔